ڈاکٹر محمد ریاض

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

شیخ الاسلام پیر ہرات خواجہ ہروی عبداللہ انصاریؒ ۲ شعبان ۳۹۶ھ بروز جمعہ ہرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ، خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہرات میں آئے اور کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا تھا۔ خواجہ عبداللہ کے والد ابومنصور محمد مشہور قاری اور زاہد تھے۔ انھوں نے ابتدائی عمر بلخ میں گزاری اور پھر ہرات تشریف فرما ہوئے تھے۔ خواجہ ابومنصور کے استاد مشہور عارف شیخ حمزہ عقیلی تھے۔ انھوں نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ "ابومنصور کو خدا ایک باکمال فرزند عطا کرے گا۔" یہ باکمال فرزند خواجہ عبداللہ تھے۔ معاصر مورخین نے انھیں "شیخ الاسلام خواجہ ابواسمٰعیل عبداللہ بن ابومنصور محمد انصاری ہروی" کے نام سے یاد کیا ہے۔

سوانح حیات

خواجہ عبداللہ کی زندگی ریاضات، عبادات اور تکالیف کا مجموعہ ہے۔ غربت اور فلاکت کے عالم میں آپ اپنی والدہ کے ساتھ سحر خیزی اور شب بیداری کو اپنا شعار بنائے رہے۔ ان کے والد بیشتر بلخ جاتے اور اپنے استاد حمزہ عقیلی کی خدمت کرتے۔ وہ ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء میں وہیں فوت ہوئے۔ خواجہ عبداللہ کو قوتِ لایموت کی خاطر محنت مزدوری کرنا پڑتی تھی۔ تقریباً ۲۱ سال کی عمر میں ۴۱۷ھ یا آپ نیشاپور تشریف لائے۔ وہاں آپ نے یحییٰ بن عمار طاقی بحستانی اور بشری بحزی سے عربی، حدیث شریف اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ باطنی تربیت کی خاطر وہ قاضی ابومنصور ازدی کی خدمت میں جاتے تھے۔ یہی قاضی صاحب ہیں جو سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) کے ہاں بڑے محترم تھے۔ خواجہ نے شیخ ابوالقاسم قشیری (۴۶۵ھ) سے ملاقات نہیں کی مگر ۴۲۴ھ میں وہ شیخ ابوسعید ابوالخیر سے ملے ہیں اور اسی دوران شیخ ابوالحسن خرقانی سے بھی۔ حضرت خرقانی نے ۱۰ محرم ۴۲۵ھ کو انتقال فرمایا۔ خواجہ عبداللہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا "اگر مجھے شیخ خرقانی سے ملاقات نصیب نہ ہوتی تو حقائق احوال سے نابلد ہی رہتا۔"[۱] شیخ خرقانی کی شخصیت سے

خواجہ کو بڑا سوز و ساز ملا۔ اس کے بعد وہ پھر ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر سے ملے۔ ۴۲۳-۴۲۴ھ میں خواجہ نے حج بیت اللہ ادا کیا اور واپسی پر کچھ دن وہ بغداد میں ٹھہرے تھے۔

خواجہ عبداللہ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنبلی اور شرع کی پابندی میں بڑے سخت تھے۔ ان کی ذات میں شریعت و طریقت دونوں کو مجسم دیکھا جا سکتا تھا۔ ۴۲۵ھ سے وہ ایک استاد اور واعظ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ ان کا زمانہ، زمانہ فتن تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے باطنیوں اور قرمطیوں وغیرہ کے قلع قمع کے لیے جو کوششیں کیں، خواجہ عبداللہ ان کے شاہد تھے۔ وہ بھی گمراہیوں کو روکنے میں سرگرم کار تھے۔ وہ ایک شعلہ بیان خطیب تھے اور ہرات اور اس کے نواح میں ان کے خطبات نے فتنوں کا سدِّباب کیا۔ ان کے القاب خواجہ ہرات اور پیر ہروی اسی مناسبت سے ہیں۔ دنیا پرست صوفی اور علمائے سوء خواجہ عبداللہ کے جانی دشمن تھے مگر خواجہ کے مدلل زور بیان کے سامنے ان کی کچھ چل نہیں سکتی تھی۔ یہ لوگ خواجہ کے درس قرآن و حدیث میں شریک ہوتے اور بعد میں من گھڑت تاویلات سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے۔ مثلاً یہ مشہور کر رکھا تھا کہ خواجہ اشاعرہ کے بے حد خلاف ہیں، حالانکہ ان کی مخالفت اہل بدعت سے تھی۔ ۴۳۰ھ میں سلطان مسعود غزنوی (م ۴۳۲ھ) نے ہرات میں دربار لگایا اور خواجہ عبداللہ سے ملاقات کی۔ سلطان نے کہا "میں نے سنا ہے کہ آپ خدائے تعالیٰ کی صفات کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے وہ آدمی کی صفات ہوں۔" خواجہ بولے: "جی ہاں، تاکہ میرے مخالف بات سمجھ سکیں۔" سلطان نے خاموشی اختیار کر لی اور التماس دعا کی۔ ۴۵۷ھ میں خواجہ نظام الملک طوسی ہرات آیا۔ مخالفین نے اسے خواجہ عبداللہ کے خلاف بھڑکایا۔ نظام الملک نے علما کا ایک دربار مناظرہ منعقد کیا، تاکہ خواجہ عبداللہ کے عقائد معلوم کر سکے۔ خواجہ عبداللہ تشریف لائے۔ نظام الملک کے جاہ و جلال کو خاطر میں نہ لائے اور فرمایا: "میرے مخالفین کو صلائے عام ہے وہ جو کہیں، میں صرف قرآن مجید اور صحیحین کی مدد سے جواب دوں گا۔" مخالفین ایسے مرعوب ہوئے کہ مناظرہ منسوخ ہو گیا۔ پھر بھی نظام الملک نے خواجہ کو شہر چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ اہل ہرات کی طرف سے بے پناہ حمایت کی بنا پر نظام الملک کو اپنا یہ فیصلہ بدلنا پڑا، اور خواجہ عبداللہ کو درس قرآن و حدیث جاری رکھنے کی اجازت مل گئی۔ ۴۶۲ھ میں نظام الملک نے خواجہ سے دوبارہ ملاقات کی اور انھیں خلعت و انعام دینا چاہا۔ خواجہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے سلاطین و امرا کے تحائف

قبول کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کی۔ نظام الملک نے نصیحت کی درخواست کی۔ خواجہ اپنی فصیح زبان میں بولے: "اے نظام، در رعایت دلہا کوش، و عذر نیوش۔ عیب مردماں مپوش و دین بدنیا مفروش۔" اس سال سے خواجہ کی مخالفت کم ہونے لگی۔

ان کی خانقاہ میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے، نماز جمعہ کے موقع پر لوگوں کا بڑا ازدحام ہوتا۔ خواجہ کے مخالفوں میں میمون بن نجیب واسطی (فلسفہ ابن سینا کا شارح اور شیخ الرئیس کا شاگرد) اور اسمٰعیل فارابی، (فلسفہ ابونصر فارابی کا حامی) پیش پیش تھے۔ اس دور میں وہ بھی تائب ہو گئے۔ خواجہ کی خانقاہ ہرات اور نواح کے اکابر سے بھری رہتی تھی۔ اس کا خرچ ان کے شاگرد برداشت کرتے تھے۔ جمعہ کے دن خواجہ ہرات کی جامع مسجد میں وعظ فرماتے تھے۔

آثار و تصانیف

یہ بات عجیب نظر آئے گی کہ خواجہ کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن ایک بھی ان کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ خواجہ کو لکھنے سے رغبت نہ تھی البتہ وعظ و تبلیغ و تدریس میں وہ نابغۂ دوران تھے۔ خواجہ کے سعادتمند شاگرد ان کی باتیں من و عن لکھ دیتے اور بعد میں ان کو دکھاتے۔ اس طرح خواجہ کی تصانیف وجود میں آئیں۔ خواجہ کی تصانیف کو عام طور پر "امالی" (املا کی ہوئی) کا نام دیا جاتا ہے۔ معروف نثر امالی مندرجہ ذیل ہیں:

١۔ طبقات الصوفیہ۔ یہ فارسی کے ہراتی لہجے میں ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن السلمی نیشاپوری (م ٤١٢ھ) کی اسی نام کی کتاب عربی میں ہے۔ طبقات الصوفیہ صوفیہ اور تصوف کے بارے میں خواجہ عبداللہ کے درس کا خلاصہ ہے۔ خواجہ عبدالحی حبیبی قندھاری نے اسے ١٩٦٢ء میں کابل سے شائع کروا دیا ہے۔ تہران میں استاد گرامی ڈاکٹر حسن منوچہر اس کی از سر نو تصحیح کر کے چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ مولانا جامی (م ٨٩٨ھ) کی "نفحات الانس من حضرات القدس" اسی کے اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ جامی نے بہت سے مطالب اسی سے اخذ کیے ہیں۔

٢۔ منازل السائرین۔ یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اسے کتب تصوف میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ اس میں صوفیانہ احوال و مقامات و واردات کی جامع کیفیت موجود ہے۔ اس کتاب کی شرحوں کا ذکر آئے گا۔

۳۔ کشف الاسرار و عدۃ الابرار (تفسیر قرآن مجید)۔ اسے خواجہ کے ایک شاگرد ابو الفضل رشید الدین میبدی نے ۵۲۰ھ میں لکھنا شروع کیا اور خواجہ کی "امالی" کی مدد سے اسے مرتب کیا۔ صوفیانہ شرحوں میں اسے مفصل ترین ماننا چاہیے۔ پہلے آیات کے لغوی معنی، پھر اخبار و استنادات اور آخر میں صوفیانہ تاویلات پیش کی گئی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر حکمت اور ان کے احباب نے اسے دس جلدوں میں تہران سے چھپوا دیا ہے۔

۴۔ رسائل انصاری۔ رسائل انصاری متعدد ہیں۔ کنز السالکین یا زاد العارفین، الٰہی نامہ، مناجات نامہ، محبت نامہ، واردات اور قلندریہ وغیرہ ان کے معروف امالی رسالے ہیں جو متعدد بار چھپ چکے ہیں اور دست یاب ہیں۔

اسلوب نگارش

خواجہ انصاری بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ ان کے رسالے صوفیانہ تصانیف کا شاہکار ہیں۔ فصاحت و بلاغت، ایجاز و اختصار، صوتی ہم آہنگی اور سجع و قافیہ ان کی نثر کی خصوصیات ہیں۔ غرض ان کی نثر کا اسلوب نگارش، شعر سے نزدیک تر ہے۔ ان کے کتنے جملے ہیں جو آج بھی مبلغوں اور فصحا کی زبان پر جاری و ساری ہیں:

"الٰہی اگر عبداللہ را خواہی گداخت، دوزخے دیگر باید آلائش او را، و اگر خواہی نواخت بہشتے دیگر باید آسائش او را۔"

"نماز نافلہ گزاردن کار بیرزنانست، روزہ تطوّع صرفہ نانست، حج گزاردن گشت جہانست، دل بدست آر کہ کار آنست ..... درخانہ اگر کس است، یک حرف بس است۔ ... این ستیزہ و جدل تا کی، قد تبیّن الرشد من الغی ....."

"ترا اے دل فگار بہ ازل و ابد چہ کار، دست از فضولی بردار و وجود خود را بشریعت سپار۔ در پے قضا و قدر، جامۂ دین بر خود مدر۔"

"ہابیل را رہ ایمان گزید، و قابیل را سگ شیطان گزید۔ قابیل ہم از ازل روز زد بود، آواز برآمد کہ بد بود ......"

خواجہ انصاری کے اس سجع کی بعد کے صوفیہ نے تقلید کی ہے۔ امیر سید علی ہمدانی[۲۷] (م ۷۸۶ھ)

اپنے رسالہ "واردات" میں دعا فرماتے ہیں:

"اے مرہم جراحت ہر دلِ ریش وائے مونس روانِ ہر درویش۔ اے کرمت دستگیر ہر بیچارہ و اے رحمت پامرد ہر آوارہ ......" یہ خواجہ کا خاص انداز ہے۔

معنوی فیضان

خواجہ انصاری کی ۴۷۳ھ میں بصارت جاتی رہی مگر آپ نے ارشاد و وعظ جاری رکھا۔ آپ کا انتقال ۲۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ میں ہوا۔ خواجہ اور ان کے دونوں بیٹوں، خبرالہادی اور عبدالجابر کے مزارات ہرات میں ہیں۔ راقم الحروف کو جون ۱۹۶۲ء میں اس پرجلال مقام کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ خواجہ کو "گل لالہ" سے بڑی محبت تھی۔ اور اس پرسوز پھول کے چراغ ان کے مزار کے چاروں طرف اب تک روشن ہیں۔[25]

خواجہ انصاری کے کلمات و فرمودات بعد کے صوفیہ کی تالیفات میں بکثرت موجود ہیں۔ مولانا جامی، جن کا مدفن خواجہ انصاری کی آرام گاہ کے نزدیک ہی ہے، ان سے غیر معمولی طور پر متاثر تھے۔

خواجہ کی کتاب "منازل السائرین" کی مندرجہ ذیل شرحیں لکھی گئی ہیں:

(الف) شمس الدین ابو عبداللہ محمد دمشقی حنبلی (م ۷۶۱ھ) کی شرح۔ شارح حضرت امام ابن تیمیہ حنبلی (م ۷۲۸ھ) کے شاگرد تھے۔

(ب) شیخ عفیف الدین سلیمان تلمسانی (م ۶۹۰ھ) کی شرح۔

(ج) محمود بن ابراہیم درگزینی کی شرح۔ شارح نے ۷۱۱ھ میں وفات پائی۔

(د) تسنیم المعزلین (شرح منازل السائرین)، مؤلف شمس الدین محمد تبادکانی طوسی (م ۸۹۱ھ)۔ ہیں

(س) شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشانی (م ۷۳۶ھ) کی شرح۔ اس شرح کا فارسی ترجمہ چھپ چکا ہے[26]۔ مؤلف نے اپنی تالیف "اصطلاحات الصوفیہ" میں بھی اس کتاب سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔

(ص) محمود فرکادی اور عبدالمعطی لخمی اسکندری کی شرحیں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۴ء میں بالترتیب (قاہرہ سے) شائع ہو چکی ہیں۔

جدید تحقیقات

جدید دور میں ایک مسیحی پادری سرژبورکو (متولد ۱۹۱۲ء پیرس) نے خواجہ عبداللہ کو بین الاقوامی طور پر متعارف کروانے کے لیے بڑا کام کیا ہے۔ یہ شخص ۱۹۵۵ء میں ۳ ماہ کے لیے افغانستان آیا اور وہاں تحقیقات کی۔ موصوف نے اپنے قاہرہ کے قیام کے دوران "سلسلہ انصاریات" کے نام سے خواجہ کی کئی کتابوں کو شائع کرایا ہے۔ مثلاً: منازل السائرین اور رسالہ نہج الخاص ۱۹۶۲ء اور اس میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی ان کی مدد کی ہے)۔ سرژبورکو نے خواجہ کی مندرجہ ذیل کتب یا کتب کے اجزا کو فرانسیسی میں ترجمہ کرکے چھپوا دیا ہے:

الٰہی نامہ (۱۹۴۸ء)، صد میدان (۱۹۵۴ء)، منازل السائرین کا سولھواں باب "احبا" (۱۹۶۵ء)، طبقات صوفیہ کا انتخاب، مناجات نامہ اور کشف الاسرار و عدۃ الابرار کے بعض حصے۔ خواجہ کی زندگی کے بارے میں اس کی تحقیقات کا فارسی ترجمہ ۱۹۶۲ء میں کابل سے شائع ہو گیا ہے۔ مترجم عبدالغفور رواں فرہادی ہیں۔ خواجہ کی جن عربی یا فارسی کتابوں کا موصوف نے فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے، ان کا متن بھی ساتھ ساتھ دے دیا ہے۔

خواجہ عبداللہ کی شاعری

خواجہ انصاری عربی اور فارسی میں شعر کہتے اور "انصاری" تخلص کرتے تھے۔ یہاں تبرکاً ان کے چند فارسی شعر پیش کیے جا رہے ہیں:

دی آمدم و نیامد از من کارے　　امروز زمن گرم نشد بازارے
فردا بروم بے خبر از اسرار ے　　ناآمدہ بہ بودے ازیں بسیارے

بے گریہ مجوز تربت یحییٰ را　　تا فہم کنی تو حکمت علیا را
دریائے ازل محیط بے پایانست　　اے کبشر چہ لائق تو ایں دریا را

در غنا خواہی زمر دم پیر "انصاری" تو خو　　قانع و راضی ز حق بر قسمت ہر روزہ باشد
غیر تسلیم و رضا "انصاریا" تعلیم نیست　　عقل عاجز را کہ خواند مرد میدان ازل؟

راہِ حق چوں شد عیاں اے "پیر انصاری" تو رو | در عمل آرو بماں ایں صنعتِ تجنیس را

حالِ آدم ہیں بہ عزت "پیر" انصاری " برو | کز پے یک دانہ ایزد و ز بہشت اور ابہشت
قافِ قربتِ حق ترا گر می بباید جہد کن | خرمن آں کس راستم شد کہ اوّل دانہ کشت

حضرت خواجہ ہروی کے بارے میں فی الحال ان ہی ارادت مندانہ سطور پر اکتفا کیا جا رہا ہے
والا تمام من اللہ [۶]

حواشی:

۱۔ خواجہ نے ایک مرتبہ فرمایا ہے: "عبداللہ مردے بود بیابانی، ناگاہ رسید بابوالحسن خرقانی، کشید آں قدر آبِ زندگانی کہ نہ ابوالحسن ماند و نہ خرقانی۔"

۲۔ ملاحظہ ہو: نفحات الانس من حضرات القدس ذکر "پیر انصاری"

۳۔ مجموعہ "گنجینۂ توحید" مطبوعہ تہران ۱۳۳۷ھ ش۔ مترجم اور مقدمہ نگار احمد خوش نویس عمادی ہیں۔

۴۔ زندگانی خواجہ عبداللہ انصاری۔

۵۔ علامہ اقبال نے ایک رباعی کے ظاہری معانی پر اعتراضات کیے تھے۔ (ملاحظہ ہو اقبال نامہ) یہ رباعی خواجہ انصاری سے منسوب ہے اور شیخ سعدی سے بھی:

غازی زپے شہادت اندر تگ و پوست | دانہ اکہ غم تو کشت، قاضل تراز وست
فردائے قیامت ایں بداں کے ماند؟ | کاں کشتۂ دشمنست وایں کشتۂ دوست

۶۔ خواجہ الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۴ء) ، پیر ہرات کی اولاد میں سے ہیں۔

مسلم ثقافت ہندوستان میں از مولانا عبدالمجید سالک

اس کتاب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے برِّعظیم پاک ہند کو گزشتہ ایک ہزار سال کی مدّت میں کن برکات سے آشنا کیا اور اس قدیم ملک کی تہذیب و ثقافت پر کتنا وسیع اور گہرا اثر ڈالا۔ قیمت: ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور